سیرت نبوی ﷺ کا اجتہادی پہلو

THE IJTIHADIC ASPECT OF SEERAH NABVI (S.A.W).

صدام حسین (ریسرچ اسکالر، شعبہ اصول الدین، جامعہ کراچی)
صفیہ آفتاب (شعبہ اردو، جامعہ کراچی)

ABSTRACT
Islamic sharia and law is not stagnant and abrogated, but it has flexibility that it could adopt new and modern issues and can get the solution according to Quranic and Sunnah teachings. It means the Ijtehadic aspect of Suunah is unlocked till the Day of Judgment so that it could be attached with the modern Islamic principles and laws, and to find the solution of peoples' need and concerns that should be compatible with the modern age.
Striving towards solution of the issues is not forbidden but it is required. This is not new Ijtehad but it's a opinions and consensus of Muslims scholars and Mujtahdeen regarding it that is called *Tahqeeq Manat* in the language of jurisprudence.
The purpose of Ijtehad from the seerah aspect is that we should present the Islamic sharia and law in such a way that it should have balance, while presenting the solution of any modern issue.

Keywords: Seerat un Nabi, Ijtihad and Seerah, Life of the Holy Prophet and Ijtihad.

''قرآن'' کے بعد اگر کوئی چیز ہے تو وہ صاحب قرآن کی ''سیرت'' ہے۔ دراصل ''قرآن'' اور ''حیات نبوی ﷺ'' معاً ایک ہی ہیں۔ قرآن متن ہے تو سیرت اس کی شرح، قرآن علم ہے تو سیرت اس کا عمل، قرآن مابین الدفتین (دو طاقوں کے درمیان) ہے تو یہ ایک مجسم و ممثل قرآن تھا جو مدینہ کی سرزمین پر چلتا پھرتا نظر آتا تھا، "کان خلقہ القرآن" سیرت نبوی ﷺ کا اعجاز ہے کہ اس کے اندر ہزاروں روشن پہلو ہیں۔ دنیا کو جس پہلو یا گوشے سے روشنی اور گرمی مطلوب ہو، اس کو سیرت نبوی ﷺ کے بے مثال خزانہ میں وہ اسوہ اور نمونہ مل جاتا ہے جس سے اپنے ہمہ نوعیتی مسائل و مشکلات کا کامیاب ترین حل نکال لے۔

آپ ﷺ کی زندگی کا کوئی گوشہ تاریکی میں نہیں۔ آپؐ کی حیات طیبہ کے تمام ہی پہلو سورج سے زیادہ ظاہر و عیاں ہو کر دنیا کے سامنے موجود ہیں، آپؐ جس پیغام الٰہی کو لے کر دنیا میں تشریف لائے، وہ ساری انسانیت کیلئے ایک ہمہ گیر، مستحکم و مضبوط اور "عائمی نظام حیات" ہے اور اس نے اپنی اس امتیازی شان، ہمہ گیری اور دوامی حیثیت کی بقاء کی خاطر اپنے اندر ایسی لچک اور گنجائش رکھی ہے کہ ہر دور میں اور ہر جگہ انسانی ضروریات کا ساتھ دے سکے اور کسی منزل پر اپنے پیروں کی رہبری سے عاجز و قاصر نہ رہے۔
بہرکیف لوگوں کو جس قسم کے مسائل و حالات پیش آ سکتے ہیں، ان کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ مسائل جن میں حالات و زمانے کے اختلاف سے کوئی تغیر پیدا نہ ہو۔ ایسے مسائل کیلئے شروع ہی سے شریعت میں تفصیلی احکام و قواعد ثابت و موجود ہیں۔ جیسے: نکاح، طلاق، محرمات اور میراث وغیرہ کے احکام۔

(۲) وہ مسائل جو حالات و زمانے کے بدلنے سے متغیر ہو سکتے ہوں ایسے مسائل کے بارے میں شریعت نے کوئی تفصیلی احکام نہیں چھوڑے ہیں؛ بلکہ اس سلسلے میں عام قواعد اور بنیادی اصول و مبادی وضع کر دی ہے اور امت کے بالغ نظر اور بلند پایہ فقہاء کیلئے یہ گنجائش چھوڑ دی ہے کہ شریعت کے مقاصد، اس کے مزاج و مذاق، احکام شرع کے مدارج اور دین کی بنیادی اصول و قواعد کو سامنے رکھ کر ان مسائل کے احکام تلاش کریں۔ لیکن اس مقصد کیلئے یہ ضروری ہے کہ علمائے امت کے سامنے سیرت نبوی ﷺ کا فکری اور اجتہادی پہلو ہو جس کی رہنمائی میں ہر زمانہ کے علماء وفقہاء غیر منصوص اور نئے پیش آمدہ مسائل میں شرعی غور و فکر کے ذریعہ کوئی شرعی حکم نکال سکیں۔ سیرت نبوی ﷺ کا اعجاز دیکھئے کہ اس میں وہ قیاس واجتہاد کے ایک دو نہیں متعدد علمی نمونے موجود ہیں جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے خود اپنے قول و سیرت سے یہ راہ کھلی رکھی ہے تاکہ کتاب وسنت کے اصولی ہدایات کی تطبیق پیش آنے والی جزئیات یہ قیامت تک جاری رہ سکے۔ ذیل کی سطروں میں ہم انتہائی اختصار کے ساتھ آپ ﷺ کے اسی گوشہ کو اجاگر کرنے کی کوشش کریں گے۔

علماء اصول کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ غیر منصوص مسائل میں آپ ﷺ کیلئے اجتہاد جائز تھا یا نہیں؟ جمہور علماءِ اصول کے یہاں جائز ہے۔ معتزلہ اور ابن حزم ظاہری کے یہاں جائز نہیں ہے۔[1] پھر جو لوگ اجتہاد نبی ﷺ کو جائز قرار دیتے ہیں ان کے مابین دو باتوں میں اختلاف ہے:

(الف) کس قسم کے مسائل میں آپ ﷺ نے اجتہاد کیا ہے؟

(ب) آپ ﷺ کب اجتہاد فرمایا کرتے تھے؟

علامہ قرافیؒ، علامہ عبدالعزیز بخاریؒ اور علامہ شوکانی ؒ نے اس پر جمہور علمائے امت کا اتفاق نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے جنگی امور اور دنیوی معاملات کے سلسلے میں اجتہاد فرمایا ہے۔ بخاریؒ کے الفاظ یہ ہیں:

کلہم قد اتفقوا علیٰ أن العمل یجوز لہ بالرأی فی الحروب وامور الدنیا۔[2]

علامہ قرافیؒ بھی یہی فرماتے ہیں:

محمل الخلاف فی الفتاویٰ. امّا الأقضیة فیجوز الأجتہاد بالاجماع۔[3]

لیکن کیا آپ ﷺ نے شرعی امور میں بھی اجتہاد کیا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اصولیین کا قول مختلف ہے۔ دلائل کی روشنی میں جو قول نکھر کر سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے شرعی امور میں بھی اخذ واستنباط سے کام لیا ہے۔[4]

جس کی سب سے بڑی اور واضح دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کیفیت اذان کے سلسلے میں اپنے صحابہ کے ساتھ اجماعی غور

وتدبیر کے بعد اپنے اجتہاد و قیاس سے حضرت عمرؓ کے مشورہ پر ایک فیصلہ فرمایا اور پھر حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم فرمایا۔ غور کیا جاسکتا ہے کہ ''اذان'' کوئی دنیوی یا جنگی معاملہ نہیں، بلکہ خالص اللہ کا حق ہے اور شعائر دین و مذہب ہے۔ لیکن اس میں بھی آپ کا اجتہاد و قیاس ثابت ہے۔ اس سلسلے میں مزید دلائل کی طرف بعد میں اشارہ کیا جائے گا۔ اجتہادِ نبوی ﷺ کی کیفیت کے سلسلے میں جمہور محدثین اور ائمہ ثلاثہ کا رجحان یہ ہے کہ آپ ﷺ کسی بھی واقعہ کے پیش آتے ہی اجتہاد کر لیا کرتے تھے اس سلسلے میں آپ وحی کا انتظار نہیں فرماتے تھے۔ لیکن اس بارے میں احناف کا راجح نقطۂ نظر یہ ہے کہ آپ ﷺ پیش آمدہ مسائل میں پہلے ''وحی'' کا انتظار کرتے اگر ''مدت انتظار'' میں وحی نازل ہو جاتی تو فبہا ورنہ آپ ﷺ اجتہاد و قیاس کے ذریعہ ان کا حل بتادیتے۔

علامہ سرخسیؒ تحریر فرماتے ہیں:

وأصح الأقاويل عندنا أنه عليه الصلوة فيما كان يبتلى به من الحوادث التى ليس فيها وحى منزل، كان ينتظر الوحى الى أن تمضى مدة الانتظار ثم كان يعمل بالرأى والاجتهاد۔[5]

''آپ ﷺ پیش آمدہ مسائل میں پہلے وحی کا انتظار کرتے اگر مدت انتظار میں وحی نازل ہو جاتی تو فبہا ورنہ آپ ﷺ اجتہاد و قیاس کے ذریعہ ان کا حل بتادیتے۔''

آپ ﷺ فکر و اجتہاد کے مامور تھے۔ درج ذیل میں اسکے دلائل اور اسکی مثالیں بیان کی جائیں گی:

(۱) بنو نظیر جب مدینہ طیبہ سے شام جلاوطن کر دیئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اہل بصیرت کو ان کی بد عہدی اور شرارت پے عبرت دلاتے ہوئے فرمایا: فاعتبروا يا أولى الابصار ''اعتبار، کہتے ہیں کسی چیز کی حقیقت و دلائل میں غور و فکر کر کے اسی جنس کی دوسری چیز کو جان لینا'' آیت میں ارباب بصیرت، صاحب نظر و فکر لوگوں کو غور و تدبر کا بالعموم حکم دیا گیا ہے اور نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر کون بالغ نظر ہو سکتا ہے؟ لہٰذا آیت پاک میں جس غور و فکر کا حکم دیا جارہا ہے آپ ﷺ بھی اس کے عموم میں داخل ہیں اور اجتہاد و قیاس کے مکلف آپ ﷺ بھی ہوئے۔

(۲) واذا جاء هم امر من الأمن او الخوف أذاعوبه ولوردوه الى الرسول والى أولى الامر منهم لعلم الذين ليستنبطونه منهم۔[6]

امام رازیؒ فرماتے ہیں: آیت پاک میں استنباط و تحقیق کے اندر اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ اور اولی الامر اور حاکموں کو یکساں قرار دیا ہے، جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ اخذ و استنباط کے مکلف تھے۔ فعلم من ذلك أن الرسول عليه الصلاة والسلام مكلف بالاستنباط۔[7]

آیت پاک میں ''أمر من الامن او الخوف'' سے اس نظریہ کو بھی تقویت ملتی ہے کہ آپ ﷺ شرعی مسائل میں بھی اجتہاد کرتے تھے۔ اس لئے کہ لفظ ''امرؐ'' مطلق آیا ہے اور جس طرح سے جنگ و جدال میں امن و خوف کی حالت ہوتی ہے اسی

طرح امور دینیہ میں بھی امن وخوف کی حالت کا تحقق ممکن ہے۔ لہذا یہ ماننا پڑے گا کہ جس طرح آپ ﷺ جنگی امور میں اجتہاد فرمایا کرتے تھے اسی طرح شرعی امور میں بھی آپ ﷺ اجتہاد وقیاس کے مامور ومجاز تھے۔[8]

(۳) لو لا كتاب من الله سبق لمسكم فيما أخذتم عذاب عظيم۔[9]

بدر کی لڑائی میں ستر کافر مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید ہو کر آئے، آپ ﷺ نے ان قیدیوں کے سلسلہ میں مشورہ طلب کیا۔ حضرات صحابہؓ نے اجتماعی غور وتدبر کے بعد ان قیدیوں کے سلسلے میں مشورہ دیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی رائے یہ تھی کہ فدیہ لے کر ان تمام قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے، جبکہ حضرت عمر فاروقؓ کی رائے یہ تھی کہ تمام قیدیوں کو قتل کر دیا جائے، حضرت سعد بن معاذؓ کی بھی یہی رائے تھی۔ کافی بحث وتمحیص کے بعد نبی کریم ﷺ نے اپنی طبعی رافت ورحمت کی بناء پر حضرت ابو بکرؓ کے مشورہ پر عمل کیا۔ اور تمام قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا کر دیا گیا۔ لیکن آپ کے اس فیصلہ کو خدا تعالیٰ کی جانب سے اجتہادی غلطی قرار دی گئی اور پھر آیت مذکورہ میں جو سخت عتاب آمیز لہجہ اختیار کیا گیا وہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ آیت پاک سے دو مسئلے ثابت ہوتے ہیں:

اوّل: یہ کہ کسی پیش آمدہ مسائل میں کتاب وسنت میں کوئی حکم نہیں ملتا تو آپ ﷺ کیلئے اجتہاد کرنا جائز تھا۔

دوم: یہ ہے کہ جس طرح آپ ﷺ کیلئے جنگی امور میں اجتہاد کرنا جائز تھا۔ اسی طرح شرعی امور میں بھی آپؐ اجتہاد کے مکلف تھے۔ جنگ بدر کا معاملہ صرف ایک جنگی حد تک محدود نہ تھا بلکہ یہ جنگ ایمان وکفر، حق وباطل کی فیصلہ کن لڑائی ہونے کی وجہ سے مذہبی وشرعی معاملہ کی حیثیت اختیار کر گئی تھی۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں:

فالآية صريحة فى بيان أن الرسول عليه الصلاة والسلام كان يحكم بمقتضى الاجتهاد فى الوقائع التى لم ينزل بها نص او وحى۔[10]

(۴) فتح مکہ کے دن مکہ المکرمہ کی حرمت وعظمت کو بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فهو حرام بحرمة الله تعالىٰ الى يوم القيامة، لا يُعضد شوكة ولا ينفر صيده ولا تلتقط لقطة الاّ من عرّفها ولا يختل خلاها۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا: یارسول اللہ! آپ ﷺ تمام گھانسوں کو ممنوع فرمارہے ہیں، حالانکہ "اذخر" کی ضرورت ہم لوگوں کو گھر کی چھتوں میں پڑتی رہتی ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "الا الاذخر"۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: آپ ﷺ کا پھر "اذخر" کا استثناء کر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ گھاس وغیرہ کی حرمت کے سلسلہ میں آپ ﷺ نے اجتہاد کیا تھا۔ وہذا مبنى على ان الرسول كان له ان يجتهد فى الاحكام۔[11]

(۵) قریش نے اپنے دور میں خانہ کعبہ کی جو تعمیر کی تھی۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے خلاف تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سوال کیا: ألا تردها على قواعد ابراهيم؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لو لا حدثان قومك بالكفر لفعلت۔[12] آپ کا یہ ارشاد بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے قریش کی تعمیر کردہ بنیاد کو جو باقی رکھا وہ آپ ﷺ کا اجتہاد

تھا۔اس لئے کہ اگر آپ ﷺ عمارت منہدم کرنے کا مامور ہوتے تو خوف فتنہ اس سے قطعا مانع نہیں ہوتا۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ ﷺ اجتہاد و قیاس کے مامور و مکلف تھے۔ آپ ﷺ نے دینی و دنیوی تمام امور میں اجتہاد کیا ہے۔ ذیل میں قدرے تفصیل بیان کی جاتی ہے کہ کن کن معاملات میں آپ ﷺ نے اجتہاد سے کام لیا ہے۔

دنیوی امور میں آپ ﷺ کے اجتہادات

(۱) ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ کے یہاں آپ ﷺ نے شہد نوش فرمایا، حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو اس کا علم ہوا تو دونوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ ہم میں سے جس کے پاس حضور ﷺ تشریف لائیں، ہر کوئی یہ کہے کہ حضور ﷺ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آرہی ہے ! ایسا ہی ہوا، آپ حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ میں سے جن کے پاس تشریف لے گئے آپ ﷺ سے یہی سوال ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، میں نے زینب کے پاس شہد پیا ہے۔ اگر تم لوگوں کو اس شہد کی وجہ سے ناراضگی ہوئی تو دیار کھو! آج سے میں شہد ہی نہیں پیونگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: لم ی تحرم ما احل الله لک۔[13] آپ ﷺ نے بعض ازواج کی دلجوئی کے واسطے اپنے اوپر شہد کو حرام کیا گیا، یہ محض آپ کا قیاس تھا۔

(۲) آپ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو دیکھا کہ انصار مدینہ تر کھجور کا پیوند مادہ کھجور کو لگاتے ہیں تو کھجور زیادہ ہوتی ہے، آپ ﷺ نے انصار کو اس طرز عمل سے منع کر دیا۔ اتفاق سے اس سال مدینہ میں کھجور کی پیداوار بالکل گھٹ گئی تو آپ ﷺ نے پھر اجازت دے دی۔[14] پہلے تابیر نخلہ کی ممانعت آپ ﷺ کا اجتہاد تھا۔

(۳) آپ ﷺ اکابر قریش کو اسلام کی دعوت و تبلیغ میں مشغول تھے۔ اسی دوران حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم حاضر مجلس ہوئے، آپ ﷺ نے کفار و مشرکین کے قبول اسلام کی امید پر نابینا صحابی سے منہ پھیر لیا، جس پر آیت: عبس و تولّی------الخ نازل ہوئی آپ ﷺ کا یہ اعراض محض اجتہاد تھا۔[15]

جنگی امور میں آپ ﷺ کے اجتہادات

(۱) غزوہ بدر کی لڑائی کے سلسلے میں آپ ﷺ نے اپنی رائے سے ایک جگہ متعین کی تھی، بعد میں حضرت حباب بن المنذر کی رائے سے وہ جگہ بدل دی۔ پہلی جگہ کے سلسلے میں آپ ﷺ نے اجتہاد کیا تھا۔[16]

(۲) اساری بدر کے سلسلے میں آپ ﷺ نے جو کچھ فیصلہ فرمایا تھا وہ آپ ﷺ کا اجتہاد تھا۔

(۳) غزوہ احد کے سلسلے میں مدینہ سے باہر نکلنے یا نہ نکلنے میں آپ ﷺ نے اجتہاد کیا تھا کہ مدینہ ہی میں رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ بعد میں اس تعلق سے آپ ﷺ پر وحی آئی۔[17]

(۴) ''خندق'' غزوۂ احزاب میں حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے پر آپ ﷺ نے عمل کیا۔ یہ آپ ﷺ کا اجتہاد تھا۔

اس سلسلہ میں آپ ﷺ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔[18]

(۵) غزوہ خندق میں قبیلہ غطفان کے دو سردار "عیینہ بن الحصن" اور "الحارث بن عوف المروی" سے مدینہ کی ثلث کھجور پر مصالحت کی پیشکش کی تھی۔ یہ صرف آپ ﷺ کا اجتہاد تھا۔[19]

(۶) غزوہ تبوک میں بعض منافقوں کے اعذار کی وجہ سے آپ ﷺ نے انہیں جنگ میں شریک نہ ہونے کی اجازت و رخصت دیدی تھی۔ یہ آپ ﷺ کا اجتہاد تھا۔[20]

معاملات و قضایا میں آپ ﷺ کے اجتہادات

(۱) حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو آپ ﷺ نے اپنی اس بیوی سے رجوع کا حکم دیا تھا۔ جس کو انھوں نے حالت حیض میں طلاق دی تھی۔ یہ آپ ﷺ کا اجتہاد تھا۔[21]

(۲) حضرت ابوسفیانؓ کی بیوی "ہندبنت عتبہ" نے جب حضرت ابوسفیانؓ کی بخالت کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: خذی من مالہ بالمعروف ما یکفیک ویکفی بینک۔[22] عورت کی ضرورت و کفایت کے بقدر شوہر پر نفقہ کا واجب کرنا آپ ﷺ کا اجتہاد تھا۔

عبادات میں آپ ﷺ کے اجتہادات

(۱) کیفیت اذان کے سلسلے میں حضرات صحابہؓ سے مشورہ کے بعد آپ ﷺ نے جو کچھ فیصلہ فرمایا، وہ آپ ﷺ کا اجتہاد تھا۔اس سلسلہ میں کوئی وحی وغیرہ نازل نہیں ہوئی تھی۔[23]

(۲) ابتداء میں بیت المقدس آپ ﷺ کا قبلہ تھا اور 16 یا 17 مہینہ ادھر ہی رخ کر کے آپ ﷺ نے نماز ادا کی، لیکن آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ آپ ﷺ کا قبلہ مسجد حرام ہو جائے، چنانچہ آیت نازل ہوئی: قد نریٰ تقلب وجہک فی السماء۔ آپ ﷺ نے مسجد حرام کے قبلہ ہونے میں اجتہاد و قیاس کیا تھا۔[24]

(۳) منبر سازی کے سلسلہ میں آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی درخواست قبول فرمائی۔ یہ آپ ﷺ کا اجتہاد تھا۔[25]

(۴) جماعت کی نماز چھوڑنے والے کے سلسلے میں آپ ﷺ کا اجتہاد تھا کہ لکڑیاں جمع کر کے انہیں جلادیا جائے، لیکن پھر آپ ﷺ نے اس ارادہ سے رجوع کر لیا۔[26] اگر تارک الجماعۃ کو جلانے کا حکم منجانب اللہ ہوتا تو آپ ﷺ اس سے رجوع نہ فرماتے۔

(۵) رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول کیلئے آپ ﷺ نے استغفار کیا تھا۔ یہ آپ ﷺ کا اجتہاد تھا۔[27]

(6) حضرت ابوطالب سے آپ ﷺ نے فرمایا تھا: لاستغفرن لک مالم اُمن۔[28] فأنزل اللہ تعالیٰ: ما کان للنبی والذین آمنو ان یستغفروا للمشرکین۔ آپ ﷺ کا اپنے چچا کیلئے استغفار کا ارادہ محض آپ ﷺ کا اجتہاد تھا۔

مذکورہ دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ ﷺ نے تمام ہی قسم کے معاملات میں اجتہاد واستنباط سے فیصلے کئے ہیں۔ البتہ آپ ﷺ کے اجتہاد اور امت کے مجتہدین کے اجتہادات میں آسمان وزمین کا فرق ہے۔ آپ ﷺ کے اجتہاد میں ہدایت ہی ہدایت ہے۔ اگر آپ ﷺ کا اجتہاد مشیت الہیٰ کے مطابق نہیں ہوتا تو ہر وقت وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو صحیح واقعہ کی رہنمائی کردی جاتی تھی۔ لیکن اتنا مسلم ہے کہ آپ ﷺ نے حالات وواقعات میں اپنے اجتہاد واستنباط سے کام لیا ہے۔ آپ ﷺ کے اجتہادات کا حکم آپ ﷺ نے جن مسائل میں اخذ واستنباط سے کام لیا ہے، تو کیا آپ ﷺ اپنے تمام اجتہاد میں درستگی ہی پر تھے یا آپ ﷺ سے خطاء وچوک بھی واقع ہوا ہے؟ جمہور محدثین کی یہی رائے ہے کہ آپ ﷺ اپنے اجتہادات میں معصوم عن الخطاء تھے، جبکہ احناف کا اس سلسلے میں نقطۂ نظر یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اجتہادات میں خطاء بھی واقع ہوئی ہے۔ البتہ وحی کے ذریعہ اس کو منسوخ کرکے صحیح واقعہ کی رہنمائی فی الفور کردی جاتی تھی۔

دلائل کی روشنی میں احناف کا قول زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔ اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

(۱) آپ ﷺ کی جس اجتہادی غلطی پر خدا کی جانب سے تنبیہ کی گئی ہے۔ اس میں ''عفا اللہ عنک'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، لفظ ''عفو'' اسی وقت استعمال ہوسکتا ہے جبکہ اس سے پہلے ''خطا'' کو موجود مانا جائے۔

(۲) مذکورہ آیت ''لم اذنت لہم'' میں استفہام انکاری ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ منافقوں کو غزوہ تبوک میں عدم شرکت کی اجازت دینا آپ ﷺ کی چوک تھی۔

(۳) حضرت قتادہ اور عمرو بن میمون فرماتے ہیں: اثنان فعلہما الرسول لم یؤمر بشیء منہما اذنہ للمنافقین، واخذہ الفداء فی الأسریٰ، فعاتبہ اللہ کما تسمعون۔[29]

بہر حال آپ ﷺ کے اجتہادات میں خطاء کا واقع ہو جانا ممکن ہے۔ لیکن وحی کے ذریعہ اس کو منسوخ کردیا جاتا۔ آپ ﷺ کے خطاء اجتہادی کو برقرار نہیں رکھا جاتا تھا۔[30]

دور نبوی ﷺ میں حضرات صحابہؓ کا اجتہاد

اجتہاد نبی ﷺ کی طرح یہ مسئلہ بھی انتہائی اہم ہے کہ آپ ﷺ کے رہتے ہوئے حضرات صحابہؓ کا کسی پیش آمدہ مسئلہ میں اجتہاد کرنا جائز تھا یا نہیں؟ اس بارے میں جمہور علماء اور احناف کی رائے یہ ہے کہ جس طرح آپ ﷺ کو نئے اور غیر منصوص مسائل میں اجتہاد کی اجازت تھی، اسی طرح حضرات صحابہؓ کیلئے بھی یہ جائز تھا کہ وہ اپنے اجتہاد وقیاس کے ذریعہ نوازل وواقعات کا حل تلاش کریں۔ ذیل میں ہم اس کی بھی چند مثالیں پیش کرتے ہیں:

(۱) حضرت سعد بن معاذؓ نے حضور ﷺ کے اشارہ سے یہود بنو قریظہ کے سلسلہ میں جو فیصلہ دیا تھا: انی أحکم فیہم

ان يقتل الرجال وتقسم الاموال وتسبى الذرايا والنساء۔ آپ ﷺ کا یہ فیصلہ آپ ﷺ کا اجتہاد تھا۔ آپ ﷺ نے آپ کے اس اجتہادی فیصلہ کی پر زور الفاظ میں تحسین فرمائی: لقد حكمت فيهم بحكم الله من فوق سبع ارفعة (سماوات)

(۲) غزوہ احزاب سے واپسی کے موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تھا: لايصلين احدكم العصر، الا في بني قريظة بعض صحابہؓ نے اس ارشاد کو حقیقی معنی پر معمول کرتے ہوئے بنی قریظہ میں عصر کی نماز ادا کرلی اور وقت کی تاخیر کی کوئی پروا نہیں کی۔ جبکہ دیگر صحابہؓ نے اجتہاد کیا اور اس ارشاد نبوی ﷺ کو محض غایت سرعت پر محمول کیا اور یہ خیال کیا کہ بنو قریظہ ہی میں عصر پڑھنا مقصود نہیں ہے، بلکہ مقصود جلدی پہنچنا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے راستہ ہی میں وقت پر عصر کی نماز پڑھ لی، آپ ﷺ کو جب واقعہ کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے کسی فریق کو بھی برا بھلا نہیں کہا۔ گویا آپ ﷺ نے ان کے اجتہاد کو بھی معتبر مانا اور عمل بالظاہر کو بھی صحیح قرار دیا۔

(۳) مقام بدر میں مسلمانوں کی چھاؤنی بنانے کے سلسلہ میں غزوہ احزاب میں مدینہ کے ارد گرد خندق کھودنے کے سلسلہ میں اور غزوہ احد میں مدینہ کے اندر یا باہر رہ کر مقابلہ کرنے کے سلسلہ میں حضرات صحابہؓ نے جو کچھ بھی مشورہ دیا تھا۔ یہ ان کا اجتہاد تھا، آپ ﷺ نے ان کے اجتہاد کو معتبر مانا۔ یہ تو حضرات صحابہؓ کے وہ اجتہادات تھے جو آپ ﷺ کی موجودگی میں انجام پائے تھے۔

ان حضرات کے بعض ایسے اجتہادات بھی ہیں جو انھوں نے آپ ﷺ کی غیبوبت میں انجام دیے لیکن جب آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اس کو صحیح قرار دیا، مثلاً:

(۱) کسی سفر میں حضرت عمرؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ کو غسل جنابت کی حاجت ہوئی، پانی دستیاب نہیں تھا جس سے غسل کر سکتے۔ تیمم کی نوبت آئی، دونوں حضرات نے تیمم غسل کی کیفیت کے سلسلہ میں اجتہاد سے کام لیا۔ حضرت عمارؓ نے مٹی کے استعمال کو پانی پر قیاس کرتے ہوئے پورے جسم پر مٹی مل لی اور نماز ادا کی۔ حضرت عمرؓ کا اجتہاد یہ تھا کہ مٹی جنابت دور کیسے کر سکتی ہے؟ انھوں نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ ان دونوں کے واقعہ کا آپؐ کو علم ہوا، تو آپ ﷺ نے کوئی ایسی بات ارشاد نہیں فرمائی جس سے ان حضرات کے اجتہاد کی تردید و ممانعت ثابت ہوتی ہو۔ بلکہ آپ ﷺ نے صرف اس قدر فرمایا کہ تیمم غسل اور تیمم وضوء میں کوئی فرق نہیں ہے پورے جسم پر مٹی لیپنے کی ضرورت نہیں تھی۔

(۲) حضرت عمرو بن العاصؓ کو غزوہ ذات السلاسل میں غسل کی حاجت ہوئی، سردی اتنی سخت تھی کہ پانی سے غسل کرنا ممکن نہیں تھا آپؓ نے تیمم کیا اور اپنے تمام ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ کو جب معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم نے ناپاکی کی حالت میں ساتھیوں کو نماز پڑھادی، حضرت عمر بن العاصؓ نے فرمایا: میں نے اللہ کا یہ ارشاد سنا ہے: ولا تقتلوا انفسكم ان الله كان بكم رحيماً۔ آپ ﷺ یہ جواب سن کر ہنس پڑے اور ان کے اس اجتہاد و استنباط پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔[31]

(۳) حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجنے کا وہ مشہور واقعہ بھی ہے جس میں انھوں نے آخر میں کہا تھا: اجتہد برای آپ ﷺ نے ان کے اس اجتہاد و قیاس کو نہ صرف معتبر مانا بلکہ ان کو شاباشی دی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله بما رضی له رسول الله۔[32]

اگر آپ ﷺ کے رہتے ہوئے حضرات صحابہؓ کا اجتہاد از رائے شرع ناجائز ہوتا تو آپ ﷺ حضرت معاذؓ بن جبل کے اس جملہ کی فوراً تردید فرماتے؛ لیکن آپ ﷺ نے مذکورہ تمام واقعات میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجتہادات کو معتبر مانا۔

یہ چند واقعات ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی قانون وشریعت جامد و معطل نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ایسی لچک موجود ہے کہ نو پیش آمدہ مسائل کو کتاب وسنت کے حدود میں رہتے ہوئے کتاب وسنت کے اصولی ہدایات پر منطبق کیا جاسکے۔ یعنی سیرت نبوی ﷺ کا اجتہادی پہلو قیامت تک کیلئے یہ دروازہ کھلا رکھتا ہے کہ ہر زمانہ میں پیدا ہونے والے جدید مسائل پر اسلامی قوانین واصول کو چسپاں کیا جائے اور لوگوں کے مصالح اور ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے ان مسائل کا ایسا حل تلاش کیا جائے جو شریعت کے مزاج اور زمانہ کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو۔ اخذ واستنباط کی یہ کوشش ممنوع نہیں بلکہ مطلوب ہے اور دراصل یہ ہے کہ اجتہاد نہیں بلکہ بدلتے ہوئے حالات میں ائمہ مجتہدین کے آراء کی تطبیق ہے جسے فقہ کی زبان میں ''تحقیق مناط'' کہا جاتا ہے۔ امام ابواسحاق شاطبیؒ نے لکھا ہے: اجتہاد کی یہ وہ قسم ہے جو قیامت تک باقی رہے گی۔[33]

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کے بدلتے ہوئے نظام پر اسلامی قانون کا انطباق ان مسائل ہی میں سے ہے جس کی ضرورت واہمیت سیرت نبوی ﷺ سے ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ شریعت اسلامی کو زندہ و حاضر اور عصری ثابت کرنے کی سب سے بہتر اور واحد صورت یہی ہے کہ ہم اسلامی قانون کو دنیا کے سامنے اس طرح پیش کریں کہ وہ جدید مسائل وواقعات کا توازن اور مناسب حل پیش کرتا ہو۔

مصادر ومراجع

(1) الاحکام للآمدی 165/4، مسلم الثبوت 361/2، تیسیر التحریر 183/4
(2) کشف الاسرار شرح اصول البزدوی 926/3، شرح الاسنوی علی المنہاج 194/3
(3) شرح الاسنوی علی المنہاج 194/3
(4) ارشاد الفحول 255
(5) اصول السرخسی 91/2
(6) الاحکام للآمدی 165/4

(7)التفسیر الکبیر للرازی10/200-201

(8)اجتہاد الرسول53

(9)الانفال68

(10)التفسیر الکبیر16/74

(11)فتح الباری4/49

(12)فتح الباری3/439

(13)اجتہاد الرسول87

(14)شرح النووی لصحیح مسلم10/190

(15)اجتہاد الرسول88 سورۃ عبس

(16)سیرت ابن ہشام2/272

(17)سیرت ابن ہشام3/64-67

(18)اجتہاد الرسول94

(19)سیرت ابن ہشام4/104

(20)اجتہاد الرسول96

(21)الاحکام لابن دقیق العید2/201

(22) صحیح مسلم کتاب الاقضیہ

(23)فتح الباری2/77-82

(24)سیرت ابن ہشام2/257

(25)فتح الباری1/486

(26)مسلم، کتاب المساجد

(27) تفسیر الرازی16/146

(28)فتح الباری8/337-339

(29) تفسیر رازی16/73، الاحکام4/216

(30)التحریر527

(31)ابوداؤد1/141

(32)ابوداؤد2/505

(33)الموافقات3/97